حصّہ نظم

میر انیسؔ
(۱۸۰۴ء-۱۸۷۴ء)

میر انیسؔ کا اصل نام سیّد ببر علی اور تخلص انیسؔ تھا۔ آپ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی اپنے والد میر خلیق سے پڑھی۔ دیگر مروّجہ علوم فیض آباد کے ایک عالم میر نجف علی سے حاصل کیے۔ حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ شہسواری اور سپہ گری کے فن بھی سیکھے۔ میر انیسؔ موزوں طبع تھے۔ ان کے خاندان کے اکثر لوگ شعر کہتے تھے۔ فیض آباد کے جس ماحول میں میر انیسؔ پروان چڑھے، اس میں ہر طرف شاعری کا چرچا تھا۔ اس ادبی فضا نے میر انیسؔ کے طبعی رجحان کو جلا بخشی اور وہ بچپن ہی سے شعر کہنے لگے۔ کبھی کبھی والد کے ساتھ لکھنؤ کے مشاعروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ اس کے بعد لکھنؤ آ گئے۔

میر انیسؔ ایک بلند پایہ مرثیہ نگار تھے۔ ان کے مَراثی میں سوز و گداز، کردار نگاری، جذبات نگاری اور منظر کشی کے بے مثال نمونے ملتے ہیں، جو اُن کی قادرالکلامی کی دلیل ہیں۔ انھوں نے واقعات و جذبات کے نہایت خوب صورت مُرقّعے پیش کیے ہیں۔ مرثیہ پڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ سماں باندھ دیتے تھے۔ اردو کے معروف مُحقق حافظ محمود شیرانی کے بقول: ''وہ اقلیمِ مرثیہ گوئی کے شہنشاہ تھے۔'' میر صاحب بہت پُرگو تھے۔ انھوں نے متعدد مرثیے لکھ ڈالے اور کوئی مرثیہ ڈیڑھ سو، دو سو بند سے کم کا نہ ہوگا، لیکن باوجود پُرگوئی کے، ان کے کلام میں کہیں ابتذال یا عامیانہ پن نہیں آنے پایا۔

یہ نظم ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جو ان کے تخیل، منظر نگاری اور لفظی تصویر کاری کی عمدہ مثال ہے۔

ان کے کچھ مراثی انتخابِ مراثئ انیس کے نام سے مجلسِ ترقیِ ادب لاہور سے اور انیس کے مرثیے (دو جلدیں، مرتبہ: صالحہ عابد حسین)، رباعیاتِ انیس اور انیس کے سلام نامی کتب بھارت سے شائع ہو چکی ہیں۔

میدانِ کربلا میں گرمی کی شِدّت

تدریسی مقاصد

۱۔ میر انیسؔ کے مقام و مرتبے اور شاعری کی صِنفِ مرثیہ کا تعارف کرانا۔
۲۔ میدانِ کربلا میں گرمی کی شدّت اور جغرافیائی صورتِ حال سے طلبہ کو آگاہ کرنا۔
۳۔ میر انیسؔ کی قادر الکلامی سے طلبہ و طالبات کو آگاہ کرنا۔
۴۔ مسدّس کی ہیئت سے متعارف کرانا۔
۵۔ نظم میں منظر نگاری کے عنصر سے آگاہ کرنا۔
۶۔ واقعۂ کربلا، اسلامی تاریخ کا نہایت دردناک اور اہم ترین واقعہ ہے۔ طلبہ کو واقعۂ کربلا کے حقائق اور خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت سے آگاہ کرنا۔
۷۔ طلبہ کو استعارہ اور مجازِ مرسل سے آگاہ کرنا۔

گرمی کا روزِ جنگ کی ، کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کہ الحذر ، وہ حرارت کہ الاماں
رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خُنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

وہ لُو ، وہ آفتاب کی حِدّت ، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سُوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حَبابوں کے ، تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک ، خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فُرات کا

جِھیلوں سے چارپائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہُو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھّر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
سُرخی اُڑی تھی پھولوں سے ، سبزی گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اُترا تھا سائے کی چاہ سے

کوسوں کسی شجر میں نہ گُل تھے ، نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گُل نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخِ بار دار
گرمی یہ تھی کہ زِیست سے دل سب کے سرد تھے
پتّے بھی مثلِ چہرۂ مدقُوق زرد تھے

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہُو نہ مُنھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مُکدّر غُبار سے
گردُوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بُخار سے
گرمی سے مُضطرِب تھا زمانہ زمین پر
بُھن جاتا تھا جو گِرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلۂ جوّالہ کا گُماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ ، گرمیِ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی، کباب تھی

(کلیاتِ میر انیسؒ)

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

(ب) دوسرے بند میں نہر کے ''لب'' سے کیا مراد ہے؟

(ج) شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فُرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟

(د) شاعری میں میر انیس کی وجہِ شہرت کیا ہے؟

(ہ) ہیئت کے اعتبار سے اس نظم (میدانِ کربلا میں گرمی کی شدّت) کو کیا کہیں گے؟

۲۔ نظم ''میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت'' کا متن مدِّنظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) ''میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت'' کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) مرزا دبیر (ii) میر انیس

(iii) مولوی میر حسن (iv) میر خلیق

(ب) نظم ''میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت'' صِنفِ سخن کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) آزاد نظم (ii) قصیدہ

(iii) شہرِ آشوب (iv) مرثیہ

(ج) شاعر گرمی کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے لرزاں ہے کہ:

(i) زبان مثلِ شمع نہ جل اٹھے (ii) خود اس شدت کا شکار نہ ہو جائے

(iii) بیان سے قاصر ہے (iv) مبالغہ نہ ہو جائے

(د) رن کی زمیں سرخ تھی اور آسماں تھا:

(i) سبز (ii) نیلا

(iii) زرد (iv) سرخ

(ہ) زمین پر خلقِ خدا کس چیز کو ترس رہی تھی؟

(i) پانی کو (ii) آبِ خنک کو

(iii) ٹھنڈی ہوا کو (iv) بادل کے سائے کو

(و) دن کے مثالِ شب سیاہ ہونے کی وجہ کیا تھی؟

(i) آفتاب کی حدت (ii) دھوپ

(iii) تپش (iv) لُو

(ز) نہنگوں پر گرمی کا کیا اثر تھا؟

(i) پسینے چھوٹ رہے تھے (ii) بے ہوش تھے

(iii) جان لبوں پر تھی (iv) ہانپ رہے تھے

۳۔ ''میدانِ کربلا میں گرمی کی شدّت'' میں جان داروں کا ذکر آیا ہے، ان کے ناموں کی فہرست تیار کیجیے۔

۴۔ درجِ ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے:

آفتاب، مسکن، شجر، آہُو، گرداب، ماہی

۵۔ نظم کے آخری بند کی تشریح کیجیے۔

۶۔ قوسین میں دیے گئے الفاظ سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) پتھر پگھل کر .... ہو گئے تھے۔ (راکھ، خاک، موم)

(ب) مُسدّس کا ہر بند .... مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ (دو، تین، چھے)

(ج) گرمی کی شدت سے پتّوں کا رنگ .... ہو گیا۔ (زرد، سیاہ، سُرخ)

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو .... سے تشبیہ دی ہے۔ (کوئلے، لکڑی، چنار)

(ہ) .... سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ (غُبار، بُخار، گرمی)

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

مثلِ شمع، الاماں، تاب وتب، چشمۂ حیات، برگ وبار، مدقوق، مضطرب، شررفشاں، مُکدّر، سرگرمیاں

اِستعارہ:

اِستعارہ کے لفظی معنی ادھار لینا کے ہیں۔ علمِ بیان کی اصطلاح میں جب ہم کسی چیز کے معنی مستعار لے کر دوسری چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ جیسے:

ماں نے کہا ''میرا چاند سکول سے آ گیا ہے۔''

باپ نے کہا ''میرا بیٹا رستم ہے۔''

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے۔

ان جملوں میں بچے کو چاند، بیٹے کو رستم اور بہادر انسان کو شیر کہا گیا ہے یعنی چاند، رستم اور شیر کے الفاظ مستعار لے کر بچے، بیٹے اور بہادر انسان کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

ارکانِ اِستعارہ:

۱۔ مستعارلہٗ: جس کے لیے لفظ مستعار لیا جائے۔ اوپر کی مثالوں میں بچہ، بیٹا اور بہادر انسان (شاعر کا اشارہ حضرت عباسؓ بن علیؑ کی طرف ہے) مستعار لہٗ ہیں۔

۲۔ مستعار مِنہ: جس سے لفظ ادھار لیا جائے۔ یہاں چاند، رستم اور شیر مستعار منہ ہیں۔

۳۔ وجہ جامع: مستعار لہٗ اور مستعار مِنہ کے مابین مشترک صفت کو وجہ جامع کہا جاتا ہے۔ اوپر کی مثالوں میں خوب صورتی اور بہادری وجہ جامع ہیں۔ مستعار لہٗ اور مستعار مِنہ میں تشبیہ کا تعلّق ہوتا ہے۔

استعارے میں مستعار لہٗ حقیقی نہیں، بلکہ مجازی معنی دیتا ہے۔

آپ کسی ایک نظم سے استعارے تلاش کر کے لکھیے۔

مجازِ مرسل:

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلّق ہو تو وہ مجازِ مرسل کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں:

(الف) انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔

اس میں جزو بول کر کُل مراد لی گئی ہے۔

(ب) حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی تشخیص کر دی۔

یہاں کُل بول کر جزو مراد لی گئی ہے۔ (نبض پر ہاتھ نہیں، تین انگلیاں رکھی جاتی ہیں)

(ج) برسے گا آج خوب دھواں دھار ابر ہے

یہاں سبب (ابر) بول کر مسبّب (پانی) مراد لیا گیا ہے۔

(د) مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

یہاں آلہ (زبان) بول کر وہ چیز (بولی) مراد لی گئی ہے جس کے لیے یہ آلہ بنایا گیا ہے۔

۸۔ اس نظم میں سے تشبیہ، اِستعارہ اور مجازِ مرسل الگ کر کے لکھیں۔

۹۔ درجِ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روز، آفتاب، کانٹا، حیات، سیاہ، سبزہ زار، شرر فشاں

۱۰۔ نظم کو غور سے پڑھیں اور ہر بند کے قافیے لکھیں:

(الف)	بیاں	زباں	الاماں	آسماں
(ب)	تب	......	......	......
(ج)	شام	......	......	......
(د)	بار	......	......	......
(ہ)	گماں	......	......	......

سرگرمیاں

۱۔ میر انیسؔ کی نظم کی خوبیاں کاپی میں نوٹ کریں۔

۲۔ اس نظم کی روشنی میں گرمی کی شدّت پر مختصر مضمون لکھ کر استاد صاحب کو دکھائیں۔

۳۔ میر انیسؔ نے جو تشبیہات استعمال کی ہیں، ان کی فہرست تیار کریں اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔

اساتذہ کرام کے لیے

۱۔ مرثیہ نگاری کا مختصر تعارف کراتے ہوئے طلبہ کو بتایا جائے کہ اس کی ابتدا عربوں نے کی۔

۲۔ طلبہ پر واضح کیا جائے کہ میر انیسؔ کے ہاں مبالغہ آرائی موجود ہے۔

۳۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ مسدّس نظم میں ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۴۔ مولانا حالؔی کی مسدّس سے ایک بند پڑھ کر طلبہ کو سنایا جائے۔

۵۔ مرثیے کی وضاحت کرتے ہوئے مختصراً قصیدے کا ذکر کر کے فرق واضح کیا جائے۔

۶۔ طلبہ کو میر انیسؔ ہی کا ایک مرثیہ ''میدانِ کربلا میں صبح کا منظر'' بھی پڑھ کر سنایا جائے۔